نقطہ نظر

جناب مجیب الرحمٰن شامی

انکم ٹیکس سب سے لیا جائے

پاکستان کے ممتاز معاشی اور سماجی مفکر جناب محمود مرزا ایڈووکیٹ نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں جو روز نامہ "جنگ" اور "نوائے وقت" میں شائع ہوا ہے' موجودہ بجٹ اور بجٹ سازوں کے جاگیردارانہ چہرے کو بے نقاب کیا ہے۔ ۹۵ ۔ ۱۹۹۴ء کے بجٹ کے ذریعے قومی اسمبلی نے پینتالیس ارب روپے کے نئے ٹیکس قوم پر عائد کیے ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں ایک سال میں اتنے بھاری ٹیکس کبھی نہیں لگائے گئے۔ ۹۲ ۔ ۱۹۹۱ء میں اٹھارہ ارب' ۹۳ ۔ ۱۹۹۲ء میں ۱۹ ارب اور ۹۴ ۔ ۱۹۹۳ء میں بائیس ارب روپے کے نئے ٹیکس لگائے گئے تھے۔ موجودہ حکومت کیونکہ آئی ایم ایف کے ساتھ اس عہد کے شکنجے میں تھی کہ بجٹ کا خسارہ بہرحال کم کیا جانا ہے' اس لیے اسے وسائل میں اضافے کے لیے ٹیکسوں کے بوجھ میں اضافہ کرنا پڑا۔ لیکن ستم یہ ہے کہ جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا گیا --- ڈالا گیا ہے تو وہ اونٹ کی پیٹھ پر تنکے کے مترادف ہے۔

یہ کس قدر تلخ حقیقت ہے کہ جاگیردار اور زمیندار جو اس وقت ریاستی ڈھانچے پر قابض ہیں' قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ان کی بڑی تعداد موجود ہے' برسراقتدار جماعتوں کے اندر ان کو فیصلہ کن اکثریت حاصل ہے' اور صدر اور وزیراعظم دونوں انہی سے تعلق رکھتے ہیں' پاکستان کے ریاستی ڈھانچے کا بوجھ اٹھانے میں کوئی حصہ ادا کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ ٹیکسوں کا ہتھوڑا کبھی' یا تلوار کبھی جو کچھ بھی ہے تنخواہ دار' تجارتی اور صنعتی طبقے کے لیے ہے۔ ان سے ٹیکس وصول کرنے کے لیے تو حکومتی اہل کاروں کو وسیع اختیارات بھی دیے جاتے ہیں' گرفتاریوں کی دھمکیاں بھی دی جاتی ہیں' لیکن جاگیردار اور زمیندار اپنی جیب کی طرف کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھنے دیتے۔ یہ اپنی آمدنی میں سے کوئی ٹیکس دینے پر تیار نہیں ہیں' اور دوسروں کی آمدنوں میں سے وصول ہونے والے ٹیکس کو خرچ کرنے کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھے ہیں۔

پاکستان کا موجودہ دستور جاگیردار "عوامیوں" کا بنایا ہوا ہے' اس لیے انہوں نے خود کو انکم ٹیکس سے محفوظ رکھنے کے لیے دستوری تحفظ کا اہتمام بھی کر رکھا ہے۔ مرکزی حکومت کو ان کی آمدنی پر ٹیکس لگانے کا اختیار نہیں۔ صوبائی حکومتیں ایسا کر سکتی ہیں لیکن ان کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ بھی اسی طبقے کی آلۂ کار ہیں۔

موجودہ حکومت نے جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں پر دولت ٹیکس نافذ کرنے کا پروپیگنڈہ کیا ہے۔ تاثر یہ دیا جارہا ہے کہ ان حضرات پر کوئی بڑا بوجھ لاد دیا گیا ہے' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑا مذاق کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ ۱۹۷۷ء کی زرعی اصلاحات کے مطابق اس وقت پاکستان میں زرعی ملکیت کی زیادہ سے زیادہ حد ۸ ہزار پروڈیوس انڈکس یونٹ ہے۔ بہت سے مقامات پر عملاً صورت حال مختلف ہے' کئی بااثر افراد نے طرح طرح کے "حیلوں' بہانوں' طاقت اور رسوخ کی وجہ سے آٹھ ہزار پروڈیوس انڈکس یونٹ سے کہیں زیادہ اراضی پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ان کے اس غاصبانہ قبضے کے خلاف کسی کاروائی کی کسی کو ہمت ہے' نہ فرصت ہے اور نہ ضرورت ---- اس دھاندلی سے قطع نظر صورت یہ ہے کہ بڑے سے بڑا جاگیردار قانونی طور پر

آٹھ ہزار پروڈیوس انڈکس یونٹ ہی کا مالک سمجھا جاتا (یا قرار پاتا) ہے۔ دولت ٹیکس کے مقاصد کے لیے ایک یونٹ کی قیمت ۲۰۰ روپے مقرر کی گئی ہے' یعنی ۸ ہزار کی ۱۶ لاکھ روپے۔ اس سولہ لاکھ روپے میں اسے دس لاکھ روپے پر ٹیکس کی چھوٹ دے دی گئی ہے۔ یہ چھوٹ شہری املاک پر بھی دی جاتی ہے لیکن جناب جاگیرادر کو ان کی شہری املاک پر چھوٹ ملنے کے بعد زرعی املاک پر دوبارہ چھوٹ ملے گی۔ یعنی دس لاکھ روپے وہاں سے اور دس لاکھ روپے یہاں سے --- اس طرح صنعتی یا غیر زرعی شعبے کے مقابلے میں ان کو دوگنا چھوٹ حاصل ہو جائے گی۔ ۱۶ لاکھ میں سے دس لاکھ کی معافی کے بعد جو چھ لاکھ بچیں گے' ان میں سے پانچ لاکھ پر دولت ٹیکس کی شرح ایک فیصد اور اس کے بعد آدھ فی صد ہے۔ گویا اسے کل ساڑھے تین ہزار روپے سالانہ ٹیکس ادا کرنا پڑے گا۔ یہ وہ دولت ٹیکس ہے جو بڑے سے بڑا جاگیردار یا زمیندار ادا کرے گا۔

زمین کے علاوہ دوسری زرعی املاک مثلاً" گاؤں کے مکان' ٹریکٹر' کھڑی فصل اور اشجار کو بھی زرعی دولت ٹیکس کے دائرے میں شامل کیا گیا ہے لیکن دولت ٹیکس افسروں کو اس معاملے میں کسی چھان بین یا تحقیق کی اجازت نہیں ہے۔ ان کے دائرہ اختیار سے ہر چیز باہر ہے' "زرعی افراد" کے معاملات کی تصدیق کا اختیار صرف اور صرف ان کے علاقے کے ریونیو افسر کے پاس ہوگا۔ ان "ٹیکس خوروں" کا یہ چلن دیکھیے کہ اپنے معاملات میں تو انکم ٹیکس افسراور دولت ٹیکس افسر کو جھانکنے کی اجازت دینے پر تیار نہیں ہیں لیکن صنعتی اور تجارتی پیشوں سے منسلک افراد کو گرفتار کرنے کا حق بھی سرکاری اہل کاروں کو عطا فرمانے کی کوشش بھی کر گزرے۔

ایوان ہائے صنعت و تجارت نے بجٹ کی ٹیکس تجاویز کے خلاف بڑا احتجاج کیا' اور حکومت کو کئی معاملات میں پسپائی پر مجبور کیا لیکن اب وقت آگیا ہے کہ یہ موقف اختیار کیا جائے کہ ملک کے تمام شہریوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے' اور ان سے یکساں ٹیکس وصول کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے دستور میں ترمیم ہونی چاہیے' اور وفاقی حکومت کا دائرہ اختیار بڑھ جانا چاہیے۔ یہ درست ہے کہ صنعتی اور تجارتی شعبے سے بھی پورا ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا اور بدعنوان انتظامیہ ملی بھگت سے اپنی جیبیں بھرتی اور قومی خزانے کو اس کے حق سے محروم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن اس وقت زیر بحث نکتہ یہ نہیں ہے --- سو اصل بات یہ ہے کہ زرعی آمدنی پر بھی اسی طرح ٹیکس لگایا جائے' جس طرح غیر زرعی آمدنی پر نافذ ہے۔

تنخواہ دار افراد کو چالیس ہزار روپے کی آمدنی پر ٹیکس ادا نہیں کرنا پڑتا' صنعتی اور تجارتی افراد کو بھی اس کے لگ بھگ استثنیٰ حاصل ہے --- اس حد کا دائرہ زرعی کاروبار کرنے والوں کے لیے بھی بڑھایا جاسکتا ہے۔ معاملات کو آسان بنانے کے لئے پچیس سے پچاس ایکڑ تک اراضی کے مالکان کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام افراد اسی شرح سے انکم ٹیکس ادا کریں جس شرح سے دوسرے شہری ادا کرتے ہیں۔

پاکستان کے اندر "زرعی برہمنوں" کی پرورش بہت ہو چکی' اب ان کو عام انسانی سطح پر کھڑا کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلے تو پوری قوم کا مطالبہ یہ ہونا چاہیے کہ زرعی اصلاحات کو پوری شدت اور قوت کے ساتھ نافذ کیا جائے۔ جن افراد نے غیر قانونی طور پر اپنے حصے سے زائد زمین پر غاصبانہ قبضہ برقرار رکھا ہوا ہے ان سے اسے واگزار کرایا جائے --- اس کے ساتھ یہ نعرہ بھی لگایا جائے کہ انکم ٹیکس وہ سب لوگ دیں' اور یکساں شرح سے دیں جن کی انکم موجود ہے۔ ایوان ہائے صنعت و تجارت اور تنخواہ دار طبقوں کو ٹیکس کا تمام تر بوجھ اپنے اوپر لادنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے --- ان کو واضح کر دینا چاہیے کہ انکم ٹیکس --- سب دیں گے تو ہم دیں گے۔